Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 33, Sr.No.88, 2012, pp 65 - 78

مجلّہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۳، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۲ء، شمارہ ۸۸

اردو ماہیا پر پنجابی ماہیا کے اثرات

ڈاکٹر فیصل جپا☆

Abstract:

Mahia is the most famous genre of the Punjabi folk songs. This unique genres being sung in different way throughout Punjab. This unique way of singing has influenced other languages. Now the Mahia is also being written in other languageslike Urdu, Sindhi, and German. But in Urdu Mahia has a acquired the form of a special genre.This article will prove helpful in understanding the influence of Punjabi Mahiya on the Urdu Mahiya. We can get the true results about the origin and evolutionary periods of Punjabi and Urdu Mahiya after reading this article. It will also provide information regarding the subject matter, nature, form, similarities and differences between Urdu and Punjabi Mahiya.

ماہیا کا ماخذ پنجابی لفظ 'ماہی' ہے۔جس کے لغوی معنی بھینس (مہیں/ مجھ) چرانے والے کے ہیں۔بھینس چرانے والے کو عیالی یا آجڑی بھی کہتے ہیں۔بھینسوں کی پرورش کرنا اہل پنجاب کا قدیم ترین پیشہ رہا ہے۔جس کی عمر پنجاب کی سماجی زندگی اور پنجابی معاشرے کے بالکل برابر ہے۔پنجاب میں بھینس سے اُنس شروع سے ہی کیا جاتا ہے۔اس کی مثالیں لوک گیتوں میں بہت

☆ لیکچرر، گورنمنٹ ملت ڈگری کالج، غلام محمد آباد، فیصل آباد

زیادہ ہیں۔ اِس پیار کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بھینس سے انسان کا روٹی روزی کا تعلق ہے۔اس وجہ سے اس کو 'مال' کہتے ہیں۔ بھینس سے اسی پیار کی وجہ سے اس کی خدمت کرنے والے کو 'ماہی' کہا جاتا ہے۔ یہ ماہی سارا دن بھینس چراتے اور صبح شام اپنے خاندان کے لیے دودھ لے آتے ہیں۔ اسی لیے یہ پنجاب کی مٹیار کے دل پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ پنجابی معاشرے کی قدیم ساخت میں اپنے اس فعال کردار کی وجہ سے وہ صرف بھینس چرانے والا ہی نہیں رہا بلکہ محبوب کا روپ دھار گیا۔ وہ ماہی اپنی خوبصورتی کی وجہ سے پورے پنجاب میں مشہور ہو گیا۔ پنجابی عورت نے جب اپنے ماہی کو اپنے من میں یاد کیا اور اس کو پکارا تو وہ ماہی سے 'ماہیا' بنا۔ جس کا مطلب 'اے محبوب' بنتا ہے۔ یہ ماہی میں الف ندائیہ لگانے سے بنا ہے۔ یہی پنجابی لوک گیتوں کی صنف ماہیا ہے۔اس قدامت کی بنا پر اس صنف کا تہذیبی اور ثقافتی تعلق آریائی قبیلے سے پہلے کا ہے۔

ماہیا لوک گیتوں کی واحد صنف ہے، جو پورے پنجاب میں گایا جاتا ہے۔اس وجہ سے یہ 'رانجھا سبھ دا سانجھا' ہے۔ مختلف علاقوں میں اس کے مختلف نام ہیں۔ جیسے ٹپا، بگڑو، کلیاں، لولی یا بالو ماہیا وغیرہ۔ اس صنف کو گانے کے انداز بھی مختلف علاقوں میں مختلف ہیں۔ اس خوبصورتی اور تنوع کی وجہ سے دوسری زبانوں پر اس لوک صنف نے گہرے اثرات چھوڑے اور یہی وجہ ہے کہ ماہیا اب صرف پنجابی کی شعری صنف نہیں بلکہ اردو، سندھی، فارسی اور جرمن زبانوں میں بھی لکھا جا رہا ہے۔

دنیا کا کوئی بھی معاشرہ یا اس کی تہذیب و ثقافت جامد چیزیں نہیں ہوتیں بلکہ انسانی رویوں، رہن سہن اور انفرادی و اجتماعی معاملات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ انسانی جذبے جس چیز سے زیادہ اثر قبول کرتے ہیں اس کو اپناتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح ادب اور تہذیب کے سفر میں کسی بھی زبان کی صنف ہمسایہ زبانوں کے اثرات سے دور نہیں رہ سکتی۔ تہذیبی و ثقافتی جذب و انجذاب سے زبانیں بھی اثرات قبول کرتی ہیں۔ کسی بھی زبان کے ادب میں مشہور اصناف دوسری زبان میں بھی رائج ہو جاتی ہیں۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انگریز اگر برصغیر پر قبضہ نہ کرتا تو آزاد نظم اتنی جلدی ہمارے ادب میں رچ بس نہ جاتی۔ اسی طرح ناول،

افسانہ اور ادب کی شعری اصناف میں غزل، فارسی سے اردو اور پھر پنجابی میں آئی اور اس طرح لکھی گئی کہ کسی دوسری زبان کی صنف معلوم نہیں ہوتی۔

جس طرح ہر زبان کا اپنا خاص مزاج ہوتا ہے۔اس طرح ہر صنف کو پھیلنے پھولنے کے لیے علیحدہ اور خاص ماحول چاہیے ہوتا ہے۔ پھر ہر صنف ایک ہیئت رکھتی ہے۔اس کے اوزان اور بحور بھی مخصوص ہوتے ہیں۔ جب کوئی شعری صنف دوسری زبان میں جاتی ہے تو یہ ہیئت، وزن اور بحر بھی ساتھ ہی سفر کرتی ہے۔اسی وجہ سے یہ اصناف دوسری زبان میں اپنی انفرادیت رکھتی ہیں۔اس کے بارے میں ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

> ''کسی نئی صنف کو اپنے ادب میں متعارف کرواتے اور فروغ دیتے وقت اس صنف کے مزاجی اوصاف کو برقرار رکھنے پر زور دیا جاتا ہے۔یعنی نئی صنف کو خصوصی ہیئت خارجی خدوخال کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے منفرد داخلی انداز کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس بات کا زبردست خطرہ ہوتا ہے کہ مبادا نئی صنف کے مزاج کی پابندی کے نام پر اسی صنف کے موضوعات کی تکرار ہونے لگے۔ ابتدا میں اگرچہ درآمدہ صنف شعوری کوشش سے لکھی جاتی ہے۔مگر اس کے داخلی امکانات کے سویدا ہونے ساتھ ساتھ وہ تخلیق کاروں کے تخلیق ذہن سے ایک خودکار نظام کے تحت اُگنے لگتی ہے اور ایک وقت آتا ہے درآمدہ صنف اپنے اوّلین مزاج اور کبھی کبھی ہیئت کو بھی تیاگ کر ادب کا ایک معتبر حوالہ بن جاتی ہے۔''(۱)

برصغیر میں بولی جانے والی دیسی زبانیں جیسے پشتو، بلوچی، سندھی، پنجابی کے علاوہ دوسری کئی زبانیں بھی لوک گیتوں کی وجہ سے مشہور ہیں۔

ماہیا پنجابی لوک گیتوں کی سب سے زیادہ پرانی صنف ہے۔اس صنف میں بڑی سے بڑی بات کم سے کم الفاظ میں کی جاسکتی ہے۔اس مختصر صنف میں ہر موضوع سما سکتا ہے۔ ماہیا اپنے اس اختصار اور غیر معمولی لچک کی بدولت دوسری زبانوں میں بھی رواج پا چکا ہے۔اردو زبان نے

جس طرح دوسری زبانوں سے اثر قبول کیا اس طرح پنجابی سے اثر قبول کرنا فطری عمل ہے۔اس عمل سے گزرتے ہوئے پنجابی 'ماہیا' اردو ادب کی بھی مشہور صنف بن گیا۔ اردو ماہیا پہلے پنجاب کے رہنے والے شعراء نے لکھا۔ کیونکہ یہ شاعر پنجابی لوک گیتوں سے اچھی طرح آشنا ہیں۔ اُن کے کانوں میں پیدائش سے لے کر مرتے دم تک یہ لوک گیت خصوصاً 'ماہیا' رس گھولتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس صنف کو اردو میں لکھ کر ایک خوبصورت تجربہ کیا۔

اس بارے میں امین خیال لکھتے ہیں:۔

''پنجابی ماہیا کی مقبولیت بڑھی تو اس کا اثر اردو والوں نے قبول کیا سب سے پہلے اردو ماہیا کی ابتدا فلموں سے ہوئی پھر فلموں ریڈیو ٹی وی پر سے ہوتے ہوئے یہ اردو ادب میں در آیا۔''(2)

ماہیا کے پنجابی زبان سے اردو کی طرف سفر کے بارے میں ناصر عباس نیر کے خیالات دیکھیں:

بیسویں صدی میں اردو ادب نے کلاسیکی روایتوں کی زنجیروں سے رہائی پا کر متعدد عالمی اور مقامی زبانوں اور اُن کے ادب کے دوستانہ روابط قائم کیے۔ افسانہ، آزاد نظم اور انشائیہ ان روابط کی ٹھوس شہادتیں ہیں۔ جدید اردو ادب کی آبرو بھی یہی اصناف ثلاثہ ہیں تاہم اردو ادب نے ہندی دوہے جاپانی ہائیکو اور پنجابی ماہیے کو بھی اپنی دھرتی میں کاشت کیا ہے۔''(3)

اردو میں ماہیا کی روایت کچھ زیادہ قدیم نہیں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس کا آغاز 1939ء سے بتاتے ہیں۔

''ماہیا کی روایت اردو میں 1939ء سے پائی جاتی ہے۔ جب معروف ڈائریکٹر کہانی نویس اور نغمہ نگار ہمت رائے شرما نے فلم ''خاموشی'' میں ماہیے لکھے تھے۔''

اک بار تو مل ساجن
آ دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

....

سہمی ہوئی آہوں نے
سب کچھ کہہ ڈالا
خاموش نگاہوں نے (4)

اردو میں ماہیا لکھنے کی روایت چونکہ پنجاب سے آئی ہے اور اردو ماہیا کے بیشتر لکھاری پنجاب کے ہی رہنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ذہنوں میں پنجاب کی تاریخ اور ثقافت کی جھلک ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجابی ماہیے کی ثقافتی روایت اور لسانی اختصاریت کا بھی خصوصاً خیال رکھا جاتا ہے جو کہ پنجابی ''ماہیا'' کا پس منظر ہے۔اس کے علاوہ ماہیا نگار پنجابی ماہیا کے شعریت کا بھی خیال رکھتے اور پنجاب کی تہذیبی و ثقافتی روایت کو اپنے لاشعور کا حصہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ ان کے ذہنوں میں اپنی دھرتی کے رنگ ڈھنگ رچے ہوئے ہیں۔ درج ذیل ماہیے دیکھے جائیں تو یہ پنجابی رہتل اور ثقافت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

بور آ گیا آموں میں
رونقیں جاگ اُٹھیں
دیہات کی شاموں میں (5)

....

منظر تیرے گاؤں کے
گرم دوپہروں میں
ہنستی ہوئی چھاؤں کے (6)

....

کیا بھول گیا ماہیا
شہر کے کولر میں
پیپل کے ہوا ماہیا (7)

یہ ماہیے پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ پنجاب کی ثقافت کے جھلکارے نہ صرف پنجابی ماہیے میں ملتے ہیں بلکہ اردو ماہیے میں بھی اس کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ پنجابی لوک ماہیا کا پہلا مصرعہ عموماً صرف تک بندی کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے مصرعے میں معانی کے سمندر سموئے ہوتے ہیں۔ جو پنجاب کی عورت کے سچے جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔ جبکہ اردو میں یہ روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔

پنجابی ماہیے کے پہلے اور دوسرے مصرعے کے آخر پر لفظ ماہیا ردیف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اردو ماہیا نگاروں نے پنجابی ماہیا کی اس روایت کو بھی قبول کیا ہے۔ پنجابی ماہیا دیکھیں:

راوی دا پُل ماہیا
متھے کردا ہے، تقدیر دا پھُل ماہیا (8)

اب اردو ماہیا دیکھیں جس میں یہی روایت نظر آتی ہے۔

فریاد تو سُن ماہیا
جان میری کھینچے
تیری ونجھلی کی دُھن ماہیا (9)

ماہیے کا پنجابی سے اردو تک سفر میں جہاں مزاج، بناوٹ اور ہیئت برقرار رہی ہے وہاں بہت سی پنجابی لفظیات بھی اردو زبان کا حصہ بن گئی ہے۔ اس سے اردو زبان کی وسعت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اردو زبان کی یہی خوبصورتی ہے کہ کسی بھی زبان کے لفظ بہت جلد اس میں جذب ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل ماہیے میں پنجابی کے ٹھیٹھ الفاظ کا استعمال کس خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ امین بابر کا ماہیا دیکھیں۔

مندری کا نگ ماہی

میری اماں سے

آ مجھ کو ٹھگ ماہی (10)

پروفیسر شارب نے کچھ پنجابی ماہیے کے ترجمے اردو ماہیا کی صورت میں کیے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

اُڈ دا کاں وِیندا

سجن مریندے ہن، بن موت داناں ویندا (11)

اسی ماہیے کا اردو ترجمہ دیکھیں:

اُڑتا جائے کاگا

سجناں مار گئے، یونہی موت کا ناؤں لاگا (12)

پنجابی ماہیے کا جو وزن متعین کیا گیا ہے وہی اردو ماہیے کا بھی ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ ماہیا کی تحریر کے انداز میں ہے۔ پنجابی ماہیا ڈیڑھ مصرعے پر مشتمل ہے یا تین پر، اس میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ہم کچھ محقق کی آراء کو سامنے رکھتے ہیں اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پنجابی زبان وادب کے سکالر کرنیل سنگھ کی رائے دیکھیں۔

''ماہیا نوں ڈیڑھ مصرعے (تک) دا گیت کہیا جاندا ہے۔''(13)

یہی بات سوہندر سنگھ بیدی نے بھی کہی ہے:۔

''ماہیے دا اپنا اک روپ ودھان ہے۔ ایہہ چھوٹے آکار دا دو سطراں دا گیت ہے۔ پہلی سطر آکار وچ دوجی سطر نالوں ادھی ہوندی ہے۔''(14)

احمد ندیم قاسمی پنجابی ماہیے کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طریقے سے کرتے ہیں:۔

''یہ دو ٹکڑوں میں بٹا ہوتا ہے۔ پہلا ٹکڑا عموماً بے معنی ہوتا ہے اور یہ دوسرے مصرعے کے ہم قافیہ اور ہم ردیف الفاظ پیش کر کے جیسے ماہیا کی اصلی کلی سے قطعی الگ ہوتا ہے۔''(15)

پروفیسر شارب ماہیا کی ہیئت اور بناوٹ کے بارے میں یہ کہتے ہیں:۔

''بہر حال اپنے وڈھ دے لحاظ نال ماہیا ڈیڑھ مصرعے دا ای اے۔''(16)

ڈاکٹر سرفراز حسین قاضی (17) افضل پرویز (18) عبدالغفور قریشی (19) ڈاکٹر انعام الحق جاوید (20) ڈاکٹر اسلم رانا (21) اور ڈاکٹر سیّد اختر جعفری (22) بھی ماہیا کو ڈیڑھ لائن پر مشتمل قرار دیتے ہیں۔

تنویر بخاری پنجابی زبان و ادب کے نامور محقق ہیں انہوں نے پنجابی ماہیا کو تین لائنوں پر مشتمل قرار دیا ہے۔

دو پتر اناراں دے
ساڈے بنے آ بیٹھے
کبوتر یاراں دے

ایتھے ماہیے دے ہر ٹوٹے نوں تناں سطراں وچ ونڈیا گیا اے۔ یعنی ایہہ تن ہو گئے نیں۔ جدوں ہر سطر دا وزن برابر اے۔ تاں کیہ کارن اے کہ اسیں ایہناں نوں تن مصرعے نہ آکھیے۔''(23)

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی رائے ملاحظہ کیجیے:

''ماہیا'' تین مصرعوں پر مشتمل پنجابی شعری صنف ہے جس کا سہرا لوک ادب یعنی لوک لے سر اور دُھن سے ملتا ہے۔''(24)

امین خیال کہتے ہیں کہ یہ ساری غلط فہمی ماہیا کو تحریر کرنے کے باعث پیدا ہوئی:۔

''جبکہ ماہیا اپنی ہیئت کے اعتبار سے تین حصوں، تین ٹکڑوں، تین کلیوں، تین مُکھڑوں، تین پتیوں پر ہی مشتمل ہے۔ کیونکہ لمبے یا بڑے مصرعے کا وسرام اسے دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے۔'' (25)

اگر اوپر دیے گئے حوالہ جات پر غور کیا جائے تو تنویر بخاری نے تینوں مصرعوں کے ہم وزن ہونے کی بنا پر اس کو تین ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔ لیکن روایتی ماہیا وزن میں دوسرے مصرعے کے پہلے حصے میں ایک سبب کم ہوتا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے۔

فعلن فعلن فعلن

فعلن فعلن فع ،فعلن فعلن فعلن (26)

پنجابی ماہیا شروع سے ڈیڑھ مصرعے کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ماہیا گانے والی صنف پہلے اور لکھنے والی بعد میں ہے۔ اب تک ہمارے پاس ماہیا کا جو بھی ذخیرہ ہے وہ گانے کی صورت میں ہی لوگوں سے ملا جو سینہ بہ سینہ اس کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس لیے ماہیے کی بناوٹ اور ہیئت پر بحث کرتے ہوئے ماہیا کے گانے کے طریقہ کار کو ذہن میں رکھنا پڑے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ماہیا کو ڈیڑھ لائن یا پھر تین لائنوں میں لکھنے کے مسئلے کے پس منظر میں ماہیا کا لوک گائیکی کا انداز بھی کارفرما ہے۔

فوک دُھن میں ماہیا گانے والے دوسرے مصرعے کے درمیان ہلکا سا وسرام لیتے ہیں اور کچھ ایک ہی سانس میں گاتے ہیں۔ شادی بیاہ پر عورتیں ایک ہی سانس میں باری باری ماہیا گاتی ہیں اور یہی اس کے اصل حسن کو برقرار رکھتی ہے۔ اُن کو سن لینے کے بعد یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ ماہیا ڈیڑھ لائن میں ہی لکھا جانا چاہیے۔ جو محقق اس کو تین لائنوں میں لکھتے ہیں، وہ اس کی وجہ اس کو گاتے وقت وسرام کو بتاتے ہیں۔

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ماہیا کے دوسرے مصرعے کے درمیان ہلکا سا وسرام آتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کی وجہ سے مصرعے کو توڑ دیا جائے۔ اس کو ڈیڑھ لائن میں بھی لکھا جا سکتا

ہے کیونکہ اس وسرام کو قوما (،) کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے۔ کچھ پنجابی ماہیے ایسے بھی ہیں جن کے درمیان 'تے' یا 'تاں' آتا ہے۔ جیسے:۔

کُھلا لکھیا کر
عشق اُلیکیں تے پھر بلھا لکھیا کر
کُھلا لکھیا کر (27)

دوسرے ماہیے میں علی شاکر نے ماہیے کے لوک رنگ کو سامنے رکھا ہے۔ یہ ماہیا کے گانے کا ایک طریقہ ہے۔ جس میں ایک خاص طریقے سے ماہیا کے پہلے مصرعے کو آخر میں دوہرایا جاتا ہے۔

اب ایسے ماہیا دیکھیں جن کے درمیان 'تاں' آتا ہے۔

نسری تولیں ہا
اگلے ڈنگ ہوندے تاں ڈھنگی ودا بولیں ہا (28)

اوپر دیے گئے ماہیے کی قسم کو تین سطور میں تحریر کرنے کی صورت میں صنف کا حسن بری طرح متاثر ہوگا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ماہیا ایک جذبے کا نام ہے جو پوری شدت کے ساتھ الفاظ میں سمویا ہوتا ہے۔ اس میں ٹھہراؤ اس شدت کو کم کر دیتا ہے۔ اگر ماہیا کو تین لائنوں میں لکھا جائے تو جذبے میں وہ شدت، روانی اور صداقت متاثر ہوتی ہے۔ اس کی اصل شدت ڈیڑھ لائن میں لکھنے سے ہی برقرار رہ سکتی ہے۔ یہاں ہم ماہیا کو پہلے تین لائنوں میں اور پھر ڈیڑھ لائن میں لکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ کس طرح یہ شدت برقرار رہتی ہے۔

پانی کاں پیتا
تیرے وچوں رب دسدا ئے
تینوں سجدہ تاں کیتا ئے (29)

اب یہی ماہیا اصل صورت یعنی ڈیڑھ لائن میں لکھ کر جذبے دی روانی دا جائزہ لیتے ہیں۔

پانی کاں پیتا

تیرے وچوں رب دسدائے، تینوں سجدہ تاں کیتا

اوپر دیے گئے تین لائن والے ماہیے میں معنی تبدیل نہیں ہوتے اور بات بھی پوری ہو جاتی ہے۔ مگر جذبے میں شدت، روانی اور صوتی آہنگ نہیں رہتا، جو ڈیڑھ لائن میں لکھنے سے ہے۔ اور یہی اس صنف کا اصل حُسن ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کے پیش نظر تنویر بخاری، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور دوسرے بہت سے لوگوں کی یہ بات ٹھیک نہیں لگتی کہ ماہیا کو تین سطور میں تحریر کیا جائے۔ ہماری بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ماہیا ڈیڑھ مصرعے کی ہی شاعری ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب کوئی صنف دوسری زبان میں جاتی ہے۔ تو بناوٹ، ہیئت اور مزاج سمیت جاتی ہے۔ اگر اردو ماہیا نگار پنجابی ماہیا کو ڈیڑھ لائن کی شاعری مانتے ہیں تو اُن کو بھی اردو ماہیا ڈیڑھ لائن میں لکھنا چاہیے تاکہ صنف کی خوبصورتی، روانی، جذبے کی شدت اور صوتی آہنگ برقرار رہے۔ ویسے بھی اردو ادب میں 'ثلاثی' اور 'ہائیکو' کی موجودگی میں کسی تین مصرعے کی شاعری کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اس تمام بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اردو ماہیا پنجابی ماہیا سے متاثر ہو کر لکھا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے لکھنے والے بہت سے شعراء کا تعلق پنجاب سے ہے اور پنجابی لوگ گیت ان کے لاشعور کا حصہ ہیں۔ اردو ماہیا نگار فی الحال پنجابی ماہیا سے متاثر ہو کر شعوری کوشش سے ماہیا لکھ رہے ہیں۔ اس طرح پنجابی ثقافتی پس منظر رکھنے والے کتنے ہی لفظ اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ کا حصہ بنیں گے۔ اور اِن شعراء کی کوشش سے ماہیا اردو ادب میں زرخیزی کا باعث بنے گا۔ یہ بات بھی درست ہے کہ کوئی بھی صنف چاہے وہ کسی بھی زبان سے آئے اپنے ارتقائی دور سے گزر کر ہی اعلیٰ ادب کا حصہ بنتی ہے۔ اردو ماہیا ابھی تک ارتقائی دور سے گزر رہا ہے۔ اردو ماہیا کے موضوعات کی وسعت بھی پنجابی ماہیے طرح بہت زیادہ ہے۔ اس میں عشق، پیار، محبت، دُکھ سُکھ، ہجر و صال، دھرتی سے پیار، لوگوں کے حالات اور رہن سہن سمیت زندگی کے سارے رنگ

جھلکتے ہیں اس میں تمام موضوعات کو سمونے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ کچھ اردو شعراء نے اس صنف کو لکھنے کے سچے ضرور گھڑے ہیں، لیکن اس کو پنجابی ماہیا کی طرح عروج پر پہنچانے اور لوگوں کے دل کی ڈھڑکن بنانے کے لیے اور بہت سے شعراء کی ضرورت ہے۔ کیونکہ پنجابی ماہیا عام لوگوں کے دل کی آواز ہے جو لاشعوری طور پر اُن کے دل سے نکلتی ہے۔ اردو ماہیا کو اس حد تک پہنچانے کے لیے مزید کوششیں درکار ہیں۔

☆☆☆☆

حوالے

1۔ ناصر عباس نیر، جدیدیت سے پس جدیدیت تک (ملتان: کاروان ادب، 2000ء) 176-177۔

2۔ امین خیال، ''پنجابی ماہیا'' گلبن 11.1-2(1998)37۔

3۔ ناصر عباس نیر 177-176۔

4۔ مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر۔''اردو ماہیا کا ارتقائی جائزہ'' گلبن 11.1-2(1998)15۔

5۔ حیدر قریشی۔''پنجابی لوک گیت ماہیا'' بھنگڑا 5-2.2(1997)5۔

6۔ حیدر قریشی 5۔

7۔ مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر۔''ماہیا نگاری اور عصر حاضر'، بھنگڑا 5-2.2(1997ء)4۔

8۔ افضل کھرادیہ، بات چیت، عمر 40 سال، للیانی۔تحصیل بھوال، ضلع سرگودھا۔

9۔ مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر۔ بھنگڑا 17۔

10۔ امین بابر، سحدے محبت کے (کراچی: اویس ادب کھاتہ، 2006ء) 109۔

11۔ شارب، پروفیسر، ماہیا (لاہور: فیروز سنز، 1994ء) 46۔

12۔ شارب، پروفیسر 46۔

13۔ تھند، کرنیل سنگھ، پنجاب دا لوک ورثہ (پٹیالہ: پنجابی یونیورسٹی، 1991ء) 155۔

14۔ ونجارا بیدی، سوہندر سنگھ، ڈاکٹر، پنجابی لوک دھارا وشوکوش، جلد 7 (دلی: نیشنل بک شاپ، 1993ء) 1891۔

15۔ احمد ندیم قاسمی، ''پانچ دریاؤں کے گیت'' پاکستان کے عوامی گیت، مرتب۔رفیق خاور (کراچی: ادارہ مطبوعات پاکستان، 1964ء) 158۔

16۔ شارب، پروفیسر 23۔

17۔ سرفراز حسین قاضی، ڈاکٹر۔ پنجابی لوک گیتاں دا فنی تجزیہ (لاہور: عزیز بک ڈپو، س،ن۔) 155۔

18۔ افضل پرویز، بن پھلواری (اسلام آباد: ادارہ ثقافت پاکستان، 1973ء)55۔

19۔ قریشی، عبدالغفور، پنجابی ادب دی کہانی (لاہور: پاکستانی پنجابی ادبی بورڈ، 1974ء)57۔

20۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، پنجابی ادب دا ارتقاء (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 1990ء)449۔

21۔ اسلم رانا، ڈاکٹر، حرف حقیقت (لاہور: عزیز بک ڈپو، س،ن۔)279۔

22۔ اختر جعفری، ڈاکٹر، پروفیسر، نویں زاویے (لاہور: ایمپوریم، 2001ء)263۔

23۔ تنویر بخاری، ماہیا فن تے بنتر (لاہور: ملک بشیر احمد، س،ن۔)27۔

24۔ مناظر عاشق ہرگانوی، بھنگڑا 1۔

25۔ امین خیال، گلبن 27۔

26۔ حیدر قریشی 5۔

27۔ علی شاکر، کندھاں اُگیاں نے۔ (اسلام آباد: پہلا پیر، 2007ء)17۔

28۔ انور علی۔

29۔ افضل کھرادیہ۔